سیر و سوانح

ہشام کی سیاسی حکمت عملی
اموی انتظامیہ کا ایک جائزہ

ڈاکٹر عبد الباری

حضرت عمر ثانیؒ سے پہلے خاندان بنی امیہ میں حضرت معاویہ بن سفیانؓ اور عبد الملک بن مروان دو اہم مدبرین سیاست مانے جاتے ہیں۔ نظم مملکت کی سیاسی پالیسیوں کے نفاذ میں ان دونوں حکمرانوں کو شاہی گھرانے اور حکومت کے اعلیٰ عہدہ داروں کا مکمل اعتماد حاصل رہا۔

حضرت عمر ثانیؒ نے سابقہ اموی حکمرانوں کی سیاسی پالیسیوں سے انحراف کرتے ہوئے نظم مملکت میں ملوکیت سے پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح چاہی اور ایک نئی سیاسی پالیسی کی بنیاد رکھی تاکہ اسلامی مملکت کے سربراہ کو پھر سے سیاسی قیادت کے ساتھ ساتھ دینی قیادت بھی حقیقی معنوں میں حاصل ہو۔ سیاست کے اس نئے موڑ نے جہاں احیائے دین کی شکلیں پیدا کیں وہیں شاہی گھرانے کے افراد اور خاندان بنی امیہ کے بعض بہی خواہ اعلیٰ افسروں میں خلیفۂ وقت کے خلاف جذبات بھی بھڑکائے۔

حادثات زمانہ کو کیا کہئے کہ تقریباً دو ڈھائی سال کے قلیل عرصے میں تطہیر و ترویج دین کا جو کام حضرت عمر ثانی نے اپنی قیمتی جان کی قربانی پیش کرکے انجام دیا تھا یزید ثانی نے ان کے بعد اپنے چار سالہ دور حکمرانی میں اس کے تار و پود بکھیر دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس اصلاح و تطہیر کی زد میں بیشتر شاہی گھرانے کے افراد اور انتظامیہ

کے اعلیٰ افسران آئے۔ چنانچہ انہیں افراد کا ایک بڑا طبقہ کھل کر اور پس پردہ بھی اصلاح کی اس تحریک کے خلاف صف آرا ہوا۔ یزید ثانی کے دور اقتدار میں اس طبقہ کی نہ صرف جیت ہوئی بلکہ انھیں اپنی من مانی کرنے کے مزید مواقع بھی میسر آئے۔ خلیفۂ وقت کی دلچسپی امور مملکت سے کم ہوئی اور عیش و نشاط کی محفلیں زیادہ گرم ہونے لگیں تو ان عناصر کے حوصلے بڑھ گئے جو دین سے ہٹ کر گمراہیوں میں مبتلا تھے اور صحیح عقائد کی جگہ بدعات اور زندیقیت کی پیروی کر رہے تھے۔ وہ سیاسی عہدے دار جو اموی حکومت کے دست و بازو تھے یزید ثانی کی ذاتی پرخاش کی خاطر شدید انتقامی ردعمل کی ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں سے بدظن ہوئے اور بغاوت کی حد تک جا پہنچے۔ یزید بن مہلّب کی بغاوت اسی نوعیت کی تھی۔ خلیفہ کی کمزوریوں کا اندازہ کرتے ہوئے عباسی پروپیگنڈے کی وہ تحریک بھی جس کا مقصد بنو امیہ کو اقتدار سے بے دخل کرنا تھا، تیز تر ہو گئی۔ مشرق میں سندھ سے لے کر مغرب میں اسپین تک شورشوں کا ایک سیلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

اسلامی مملکت داخلی اور خارجی دونوں حیثیتوں سے ایک بڑے بحران سے دوچار تھی۔ ظہور اسلام کے سو سال پورے ہو چکے تھے۔ خاندان بنی امیہ نے بھی حکمرانی کے چالیس سال گزار لئے تھے۔ بہت ساری قوموں کے اختلاط، مختلف مذہبی و سیاسی آرا کے ٹکراؤ، علوم و ثقافت کی ترقی، بیرونی خطرات اور اندرونی خانہ سیاسی اقتدار کی کشمکش نے نئے مسائل اور نئے اندیشے پیدا کر دیئے تھے۔ ایسے نازک مرحلے میں اسلامی مملکت کی سربراہی کا بار ہشام بن عبدالملک کے کاندھوں پر آیا۔ سابقہ حکمرانوں کے مقابلے میں اس کے سیاسی تدبر کا امتحان یوں زیادہ سخت ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی پالیسیوں کے نفاذ میں حضرت معاویہؓ اور عبدالملک کے عہد کی سی شاہی گھرانے کی یکجہتی اور بہی خواہ عہدہ داران سلطنت کی مکمل اور پرخلوص حمایت میسر نہ تھی۔

ہشام بن عبدالملک (١٠٥ھ—١٢٥ھ) خاندان بنو امیہ کا دسواں حکمراں تھا۔ وہ ایک اولوالعزم، باتدبیر اور اسلام پسند سربراہ مملکت تھا۔ مسعودی کا کہنا ہے

کہ خاندان بنی امیہ میں حضرت معاویہؓ، عبدالملک بن مروان اور ہشام بن عبدالملک جیسی سوجھ بوجھ والا کوئی دوسرا نہیں ملتا۔ ان کی حیثیت اموی خاندان کے تین مستحکم ستونوں کی ہے[1]۔ اموی حکمرانوں میں حضرت معاویہؓ کو چھوڑ کر ہشام کے علاوہ کوئی دوسرا سربراہ مملکت اتنی طویل مدت تک کامیاب طریقے پر حکومت کا نظم نہیں چلا سکا۔ ابن قتیبہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ ہشام کے دور اقتدار میں اسلامی سلطنت کا کوئی علاقہ بھی اس کی کنٹرول سے باہر نہ رہا[2]۔ یعقوبی کے مطابق اموی حکمرانوں میں ہشام سب سے زیادہ محتاط گزرا ہے[3]۔ سخت ترین نامساعد حالات میں بھی اس نے اسلام دشمن بیرونی طاقتوں، خصوصیت سے رومن امپائر (ROMAN EMPIRE) کے مقابلے میں، اپنی بات اور ساکھ کو نیچا ہونے نہ دیا۔ حالانکہ اموی دور اقتدار میں ہی ایک وقت ایسا بھی گذر چکا ہے جب داخلی شورشوں سے پریشان ہو کر عبدالملک نے رومیوں کو ۳ ہزار دینار ہفتہ وار دینا منظور کر لیا تھا[4]۔

ہشام نے جس وقت زمام حکومت سنبھالی اس کے سامنے صرف اموی حکومت کو مستحکم کرنے، اندرونی خلفشار کو روکنے اور دینی امور کو فروغ دینے کی بات نہیں تھی بلکہ ایک پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت، جو دنیا کی عظیم ترین مملکت بن چکی تھی، کے وجود و وقار کو باقی رکھنے اور بہتر طریقے پر چلانے کا مسئلہ تھا۔

سیاسی پالیسی کے بنیادی عناصر

سابقہ جلیل المرتبہ اموی حکمرانوں میں حضرت معاویہؓ اور عبدالملک بن مروان کی

---

[1] مسعودی: مروج الذہب، جلد ۳، صـ ۲۳۳
[2] ابن قتیبہ: الامامۃ والسیاسۃ، جلد ۲، صـ ۲۰۴
[3] یعقوبی: تاریخ الیعقوبی، صـ ۳۰۳
[4] خضری بک: محاضرۃ تاریخ الامم، جلد ۲، صـ ۲۳۹

سیاسی حکمت عملی اور حضرت عمر ثانی کی سیاسی پالیسیوں کے موافق اور مخالف اثرات ہشام کی نگاہوں کے سامنے تھے، اس نے غایت دانش مندی سے ایک ایسی متوازن اصلاحی پالیسی اپنانے کی کوشش کی جس میں دین کی بالادستی کا خاص لحاظ ملتا ہے۔ امور مملکت میں اس نے محتاط ترین پالیسی اپنائی، جوش سے زیادہ ہوش سے کام لیا اور انتقامی کارروائی اور خون خرابے سے اجتناب برتا۔ شائد اسی وجہ سے اس کے بڑے بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے ایک مرتبہ اسے بزدل اور بخیل کہا تھا۔ لیکن ہشام کا جواب تھا۔ "میں تدبر آمیز بردباری اور درگزر سے کام لیتا ہوں"۔[1]

امور مملکت میں اصلاح حال کی جو کوششیں ہوئیں اس میں اس بات پر یقیناً زیادہ زور رہا کہ انتظامیہ کی مشنری نہ صرف صحیح رُخ پر کارکردگی کا مظاہرہ کرے بلکہ زیادہ سے زیادہ فعّال بھی ثابت ہو۔ چنانچہ ہشام نے داخلی اور خارجی دونوں امور کو پیش نظر رکھ کر نظم مملکت کا ایک جامع خاکہ بنایا اور اسے حکمت عملی سے بروئے کار بھی لایا۔

داخلی امور

مرکزی اقتدار کا استحکام

بنوامیہ کے دور اقتدار میں اسلامی مملکت انتظامی امور کی سہولت کی خاطر مختلف صوبوں میں منقسم تھی۔ ہر صوبے میں ایک وائسرائے یا عامل نظم وضبط کے سلسلے میں مختارِ کل ہوتا تھا۔ ہشام سے پہلے سیاسی حالات کچھ ایسے رہے کہ ان عمّال نے اپنے وسیع سیاسی اختیارات کا گاہے گاہے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ وہ قبائلی عصبیت کے شکار ہوئے اور اس نتیجے میں اپنے مخالفین کے ساتھ، جو دوسرے قبائل سے تعلق رکھتے تھے، انھوں نے ظلم وزیادتی کی پالیسی اپنائی۔ مرکز سے دور دراز کے

---

[1] ابن الاثیر : الکامل، جلد۵، ص۱۹۵

صوبوں میں جب ان کے اثر و رسوخ بڑھے تو اپنی انا کی تسکین میں کبھی کبھی انھوں نے مرکز کے بعض احکامات کو پس پشت بھی ڈال دیا۔ خراسان کی گورنری کے زمانے میں مشہور قائد مسلم بن قتیبہ نے بھی ایک مرتبہ مرکز کے خلاف آواز اٹھانے کی بات کی تھی۔ عبداللہ بن زیاد نے معاویہ ثانی کی موت کے بعد جب مرکزی اقتدار میں اضمحلال کے آثار پائے تو اس کے دل میں بھی سربراہ مملکت بننے کا جذبہ بیدار ہوا تھا۔ ایک موقع پر عراق کے والئی اسے یزید بن مہلب کی من مانی بھی اتنی بڑھی کہ اس نے مال غنیمت کو مرکز تک پہنچانے کے بجائے ذاتی تصرف میں لے لیا تھا۔ مرکزی اقتدار کی کھلی پامالی اور سرکاری مال میں خرد برد کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر ثانیؒ کو خاندان بنی امیہ کے اس بہی خواہ عامل اور مشہور قائد کو بھی جیل خانے تک پہنچانے پر مجبور ہونا پڑا۔ بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی۔ یزید ثانی کا دور آیا تو ابن مہلب نے کسی طرح جیل سے فرار ہو کر مرکز کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا مہلب گھرانے کی بہترین عسکری قوت جن کی حیثیت بنو امیہ کے دست و بازو کی تھی خود اموی اقتدار کے خلاف استعمال ہوئی۔

مرکزی اقتدار کو ایک دوسرا بڑا خطرہ قبائلی عصبیت کے بڑھتے ہوئے اثرات سے تھے سابقہ حکمرانوں کی پالیسیاں کچھ ایسی رہیں کہ اہم صوبوں کے عامل وقفے وقفے سے مضری اور یمنی قبائلی قبائل سے لے کر بنائے جاتے رہے۔ کسی صوبے میں اگر یمنی حاکم ہوتا تو مضریوں کو شکایت رہتی اور انھیں بہت سارے جائز حقوق سے بھی دست بردار ہونا پڑتا۔ کبھی کبھی سیاسی اختلافات کی بنا پر انھیں ظلم و زیادتی کا ہدف بھی بننا پڑتا تھا۔ اس صورت حال نے سیاسی انتقام کی خاطر عمل اور ردعمل کا ایک لامتناہی سلسلہ دراز کر دیا۔ من حیث قبیلہ خاندانی شرف اور اثر و رسوخ کو ہی دیکھ کر خلیفۂ وقت صوبوں کے لئے عامل مقرر کرنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ صوبائی افسران اعلیٰ کے تقرر میں قبائلی طاقت کا لحاظ خلیفہ کی مرکزی پالیسی پر پوری طرح اثر انداز ہو چکا تھا۔ ہشام کی سیاسی بصیرت نے مرکزی اقتدار کو درپیش مستقبل کے خطرات کو بھانپ لیا تھا۔ اس نے قبائلی عصبیت کو طاقت کا محور بننے سے روکا

اور عمال کی تقرری میں یمنی مضری طاقت کے بیلنس کی پالیسی ترک کر کے مرکزی اقتدار کی بالادستی قائم کی۔ عراق کے مشہور عامل خالد القسری (۱۰۵ھ — ۱۲۰ھ) کو کامیابی کے ساتھ معزول کر کے اس نے اس بات کا ثبوت فراہم کر دیا کہ اس کے عہد میں کسی حجاج کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے، عمال کی معزولی اور کثرت سے ان کی تبدیلی کر کے اس نے طوائف الملوکی کے خطرات کا سدباب کیا۔ خود اپنے بڑے بھائی مسلمہ کو اس نے الجزیرہ کی ولایت سے دو مرتبہ ہٹایا[۱]۔ المبرد نے اپنی مشہور کتاب الکامل میں ہشام کا ایک سیاسی خط نقل کیا ہے جو عراق کے والئے سرائے خالد القسری کو تنبیہ اور سرزنش کی خاطر لکھا گیا تھا۔ اس خط سے ہشام کی سیاسی پالیسیوں کے وہ خطوط کھل کر سامنے آجاتے ہیں جن میں مرکزی اقتدار کی بالادستی اور قبائلی طاقت کے مقابلے میں خلیفۂ وقت کی مرضی و منشار کو بڑا بتایا گیا ہے[۲]۔

انتظامی مشینری پر مکمل کنٹرول

حکومت کی انتظامی مشینری کا انحصار سب سے زیادہ صوبائی گورنروں اور ان کے ماتحتوں پر تھا۔ ہشام نے اپنی غیر معمولی توجہ بہتر افسران کی تقرری پر مبذول کی، اس نے بیشتر اعلیٰ کردار اور بہتر اخلاق والے اشخاص کا انتخاب کیا۔ ایک مرتبہ خراسان کے عامل کی بحالی مقصود تھی تو ہشام نے امیدوار کی اس حد تک چھان بین کی کہ آیا وہ رشوت خور تو نہیں یا لوگوں کی ملامت کا ہدف تو نہیں بنتا رہا ہے[۳]

ہشام افسران کی تقرری کے بعد انھیں اپنی من مانی کرنے، سرکاری کاموں سے غفلت برتنے اور بہتر کردار و اخلاق سے بے پرواہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وہ ان کی کارکردگی

---

[۱] زامباور : المعجم، ج ۲ ص ۲۷۱-۲۷۳
[۲] مبرّد : الکامل، جلد ۳، ص ۱۲۷۹-۸۳
[۳] دنیاوری : اخبار الطوال، ص ۲۴۲

کا جائزہ لیتا رہتا تھا اور گاہے گاہے انھیں سرزنش کرنے اور ہدایات بھیجنے کا کام بھی کرتا تھا۔ ہشام کی طرف سے خالد القسری کی تنبیہ میں بھیجے گئے۔ خط میں ان حدود وقیود کا پتہ چلتا ہے جن کے دائرے میں رہ کر ایک گورنر کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے[1]۔ خط میں اس بات کی وضاحت ہے کہ :-

(۱) سربراہ مملکت کو عمال کی اصلاح و تربیت کا سب سے زیادہ حق ہے۔
(۲) گورنری کا انتخاب گھرانے کی اہمیت اور قبائلی شرف کی بنا پر نہیں ہوتا ہے۔
(۳) مسلمانوں پر مجوسیوں اور عیسائیوں کو غالب نہیں کیا جا سکتا۔
(۴) رعایا پر ظلم و زیادتی سے متعلق گورنروں کے خراب رویئے کی سخت نوٹس لی جائے گی۔
(۵) سرکاری افسروں کو عیش کوشی اور لہو ولعب میں پڑے رہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔
(۶) سرکاری املاک اور خزانے کو بلا ضرورت ضائع کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔
(۷) بُرے اور نا اہل ماتحتوں کی تقرری پر افسر اعلیٰ کی گرفت ہوگی۔
(۸) سرکاری عہدے سے ذاتی منفعت اٹھانے اور آمدنی کا حساب کتاب ٹھیک نہ رکھنے پر سرزنش ہوگی۔
(۹) قبائلی عصبیت کو ہوا دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔

سرکاری افسروں کی کارکردگی کو زیادہ فعال بنانے کے لئے ہشام نے بڑے پیمانے پر سرکاری جاسوس مقرر کئے جن کا کام ان حکام کی نگرانی اور ان کے اعمال و اقوال کی رپورٹ مرکز تک پہنچانا تھا۔ اس طرح وہ دور دراز کے افسروں کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور کاموں سے بخوبی آگاہ رہتا تھا[2]۔ اگر وہ کسی بھی افسر کو غلطی کا مرتکب پاتا تو اسے تنبیہ کے بغیر نہیں چھوڑتا

---

[1] مبرد : الکامل، جلد ۲، صد ۷۱-۲-۷۳
[2] ابن قتیبہ : الامامہ، جلد ۲، صد ۲۰۶

تھا۔ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ مروانی خلفاء میں سرکاری ملازمین کے فرائض منصبی کی سب سے کڑی نگرانی اور ان کے خلاف تحقیقات میں سب سے سخت ہشام ہی تھا۔[2]

جہاں تک سرکاری دفاتر (دواوین) کا تعلق ہے، ہشام نے اپنے عہد میں کل سرکاری ریکارڈس کو عربی میں لکھنے کا انتظام مکمل کر لیا تھا۔ سرکاری کاغذات ہشام کے عہد میں سب سے زیادہ صحیح اور جدید ترین تصور کئے جاتے تھے۔[3] دفاتر کی بہتر کارکردگی سے نوکر شاہی کے برے اثرات پر بھی بہت حد تک کنٹرول رہا۔

شاہی خاندان کے افراد سے سیاسی روابط

انتظامی امور میں ہشام نے شاہی گھرانے کے افراد کو بھی من مانی کرنے یا حکومت کے قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی کرنے کی چھوٹ نہیں دی۔ ان افراد کو بھی اس نے یہ احساس دلانا چاہا کہ حکومت کی طرف سے انھیں کسی رعایت کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ اپنے لڑکے سعید کو اس نے حمص کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے فسق و فجور میں مبتلا ہونے کی خبریں جیسے ہی ملیں ہشام نے معزولی کا حکم صادر کر دیا۔[1] اپنے دور حکمرانی میں ولی عہد سلطنت ولید بن یزید کو جو لہو ولعب اور فسق و فجور میں بہت زیادہ گرفتار تھا، ہر ممکن طریقے سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی، اس کی تنبیہ و اصلاح کا سلسلہ بیس سالوں تک چلتا رہا۔ ہشام چاہتا تو ولید بن یزید کو آسانی سے ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے لڑکے کو جانشین بنا سکتا تھا لیکن ہشام نے اپنے کنبے کے افراد میں مزید خانہ جنگی اور سیاسی رسہ کشی کو پیدا ہونے سے حتی الامکان روکا۔ دارالخلافہ کو دمشق سے رصافہ لے جانے میں جہاں اور دوسری مصلحتیں

---

[1] ابن کثیر : البدایہ، جلد ۹، صہ ۳۵۲

[2] ابن کثیر : البدایہ، جلد ۹، صہ ۳۵۳

[3] العقد الفرید : ابن عبدالربہ، ج ۲ صہ ۱۸۸

بھی ہو سکتی ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شاہی گھرانے کے اثر و رسوخ کے بڑھتے ہوئے اثرات کو کم کرنے اور انتظامیہ کو زیادہ فعّال بنانے کی بات بھی بہت حد تک پیشِ نظر رہی ہوگی۔

مخالف سیاسی پارٹیوں سے معاملات

ہشام کو یہ ہرگز گوارا نہیں تھا کہ اسلامی حکومت کی سیاسی قیادت بنوامیہ سے ہٹ کر کسی دوسرے گھرانے یا سیاسی پارٹی کی طرف منتقل ہو جائے، اسے ہر حال میں بنوامیہ کا اقتدار پیارا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے مخالف سیاسی آرا رکھنے والوں کے تئیں انتقامی کارروائی سے اجتناب کیا۔ بنوامیہ کے خلاف حضرت زید بن علی کا سیاسی موقف ہشام کو اچھی طرح معلوم تھا۔ لیکن اس کے باوجود، جب وہ سرکاری طور پر ماخوذ ہوئے تو ہشام نے عراق کے گورنر یوسف بن عمر کو یہ ہدایت دی کہ حلف لینے کے بعد انھیں گرفتار نہ کیا جائے[1] محمد بن علی کا بنوامیہ کے خلاف عباسیوں کے لئے خلافت کے لئے تحریک چلانا ہشام کو خوب معلوم تھا۔ لیکن جب وہ ہشام کے پاس پہنچے تو اس نے ان کے ساتھ برا سلوک کرنے کے بجائے اکرام کا مظاہرہ کیا اور تین ہزار درہم بھی قرض کی ادائیگی کے لئے دیا[2] مشہور شیعی شاعر الکمیت بن زید کو اس نے اپنے بڑے بھائی کی سفارش پر معاف کر دیا تھا جب کہ وہ ہشام کے خوف سے تقریباً ۲۰ سال مخفی رہا تھا۔ خارجی فرقوں کے ساتھ ہشام کا سلوک البتہ بہت ہی سخت تھا۔ اس کی نگاہ میں ان کا جرم قابلِ معافی نہ تھا، کیونکہ وہ صرف گمراہیوں میں ہی مبتلا نہ تھے بلکہ مسلمانوں کے قتل کرنے میں بھی انھیں کوئی عار نہیں ہوتا تھا۔ ہشام نے ان کے خلاف اور دین میں بدعات

---

[1] ابوالفرج الاصبہانی : مقاتل الطالبین واخبارہم، صـ ۵۳

[2] مبرّد : الکامل صـ ۵۷۵

کو داخل کرنے والوں کے خلاف سخت سے سخت کاروائی کی۔

دینی امور کی بالادستی

ہشام اسلامی اقدار کا پسند کرنے والا تھا۔ مشہور جرمن مورخ ولہوزن نے ہشام کو راسخ العقیدہ مسلمان بتایا ہے[۱] حضرت عمر ثانیؒ کی طرح اس نے بھی سب علیؓ سے گریز کیا[۲] کسی عالم دین کے ساتھ اس نے بدسلوکی کا برتاؤ نہیں کیا۔ جہاں تک عدل و مساوات کا تعلق ہے اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو دینی اقدار کا پابند رکھا اور کبھی بھی عدلیہ پر شاہی طاقت کا دباؤ نہیں ڈالا۔ ایک مرتبہ قاضی نے ہشام کے خلاف فیصلہ صادر کیا۔ ہشام نے بغیر کسی استکراہ کے اس فیصلے کو بسر و چشم قبول کر لیا[۳] کہا جاتا ہے کہ اس نے کسی شخص کی کوئی چیز بیت المال میں اس وقت تک نہیں رکھی جب تک اس چیز کے بارے میں چالیس افراد نے یہ گواہی نہ دے دی کہ اس کا مالک کوئی نہیں[۴] ہشام کی دینی حمیت اور کردار کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ عرب کے مشہور جوکر (JESTER) اشعب کو مدینے سے بلانے پر تیار ہو گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اسے غیرت آئی اور مدینۃ الرسول سے ایک جوکر کا بلانا اسے گوارہ نہ ہوا[۵] اس سلسلے میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہا:

اذا انت لم تعص الهوى قادك الهوى
الى كل ما فيه عليك مقال[۶]

---

[۱] WELHAUZEN : ARAB KINGDOM

[۲] مقریزی : الذہب المسبوک ص ۳۴

[۳] ابن عبدالربہ : العقد، ج ۱، ص ۲۱

[۴] ذہبی : تاریخ، ج ۵، ص ۱۷۱

[۵] شذرات : العماد، ج ۱، ص ۱۶۹

[۶] ابن کثیر : البدایہ ص ۲۵۱

اگر تم خواہشِ نفسانی کو لگام نہ دو گے تو وہ تمہیں ہر اس بات تک
پہنچائے گی جہاں لوگ تمہیں برا بتائیں گے ۔

عوام سے بہتر رابطہ

مسعودی کے قول کے مطابق ہشام عوام کے مسائل سے غیر معمولی دلچسپی لیتا تھا[1]۔ ابن قتیبہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے نئے دارالخلافہ رصافہ میں ۶۰ راتیں عوام کی شکائتیں سننے اور دادرسی میں گذارتا تھا[2]۔ دیہاتوں کے بدوی عرب بھی خاص طور پر اس سے ملتے اور اپنی ضروریات کو پیش کرتے تھے۔ وہ حتی الامکان ان کے مسائل کا حل نکالنے کی کوشش کرتا تھا[3]۔ حج کے موقع پر وہ علماء دین سے خصوصی ملاقاتیں کرتا تھا اور ان سے دین و اسلام کی باتیں سیکھتا تھا[4]۔

عوامی فلاح و بہبود کی خاطر اس نے امن عامہ کا بہتر سے بہتر انتظام کرنے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ اس دور کے اہم شعراء نے ہشام کے سیاسی نظم و ضبط اور امن عامہ کے بہتر انتظام کو مدحیہ قصائد میں بہت سراہا ہے۔ بنو امیہ کے مشہور شاعر جریر نے ہشام کی تعریف کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ خلیفۂ وقت نے وادیٔ بطحاء کے کل باسیوں کے لئے بہتر سیاسی نظم بہم پہنچایا ہے۔ ایک دوسری جگہ نئے دارالخلافہ رصافہ میں غیر معمولی امن عامہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دن تو دن رات کا سفر بھی رصافہ کی طرف امن و سلامتی کا ضامن ہوتا ہے[5]۔

---

[1] مسعودی : البنیہ والاشراف ص ۲۷۹
[2] ابن قتیبہ : الامامہ، ۲، ص ۲۰۱
[3] احمد صفوت : مصبرہ خطب العرب ج ۳، ص ۲۷۳
[4] محمود بن سلیمان : اعلام الاخبار، فولیو ۱۱۹
[5] دیوان جریر : الصاوی

عمال کی طرف سے رعایا پر معمولی سی زیادتی کا علم ہونے پر ہشام ان کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کرتا تھا[1] وہ مسلم رعایا کے ساتھ ساتھ غیر مسلم رعایا کا بھی پورا خیال رکھتا تھا۔ چنانچہ انطاکیہ میں عیسائی گرجے سے متعلق املاک جو ۴۰ سال سے ضبط چلی آتی تھیں، اس نے عیسائیوں کو واپس کر دیں[2]

خارجی امور

حدود مملکت کی بقا و حفاظت

ہشام نے جس وقت حکومت کی باگ ڈور سنبھالی مرکزی اقتدار میں اضمحلال اور داخلی شورشوں کی بنا پر وسیع و عریض اسلامی مملکت کے حدود کی بقا و حفاظت' وقت کا اہم ترین مسئلہ تھا۔

ہشام نے جہاں داخلی امور پر توجہ صرف کی وہیں خارجی امور سے بھی غیر معمولی دلچسپی لی۔ اس نے موجود حدود مملکت کو ہر قیمت پر باقی رکھنے (CONSOLIDATION) کی پالیسی اپنائی۔ اس سلسلے میں وہ دفاعی پیش قدمی کو بروئے کار لایا۔ حضرت عمر ثانیؒ نے محاذ جنگ سے اسلامی فوجوں کو واپس بلا لینا مناسب سمجھا تھا۔ ہشام نے اسلامی سرحدوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لئے ہر اہم سرحدی محاذ پر اقدامی کارروائی کی اور دشمن کے حوصلوں کو پست بنا دیا۔ صرف خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں منگول قبائل اور صغدیوں کی جارحانہ کارروائیوں کو سدباب کرنے کی خاطر، ہشام کو لگاتار ۱۳ سالوں تک جنگ کا سلسلہ دراز رکھنا پڑا۔

برّاعظم یورپ پر ہشام کی پیش قدمی اتنی کارگر اور سخت تھی کہ جب ترکی اور فرانس

---

[1] مبرّد : الکامل

[2] WELHOUSEN : ARAB KINGDOM & ITS FALL P.347

کے راستے بیک وقت دو طرفہ حملے ہوتے تو عیسائی حکمرانوں کے لئے حالات اس قدر سنگین ہو چکے تھے کہ مشہور انگریز مورخ گبن کو کہنا پڑا تھا:

"یورپ دو شعلوں کے درمیان گھر چکا تھا۔ اگر فرانس میں تور کی جنگ مسلمان جیت جاتے تو لوگ آکسفورڈ میں قرآن و حدیث کا درس ہوتے ہوئے دیکھتے[۱]"

یہ جنگیں بیشتر دفاعی نوعیت کی تھیں۔ ان جنگوں سے ہٹ کر ہشام مختلف اطراف میں غیر ممالک سے بہتر سفارتی تعلقات کا بھی خواہاں تھا۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے رومیوں، چینیوں اور ہندوستانی راجاؤں سے بہتر سفارتی تعلقات استوار کرنا چاہا اور خیر سگالی کے جذبات کا اظہار بھی کیا۔

اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ہشام کی سیاسی پالیسی کامیاب نظر آتی ہے۔

له THE HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE : E. GILILEDE Vol. II P. 342

سید جلال الدین عمری کی تصنیف

عورت — اسلامی معاشرہ میں

عورت دور قدیم میں کیا تھی اور دور جدید میں کیا ہے؟ اسلام نے اسے کیا مقام عطا کیا، کیا حقوق دیئے؟ اس کا کیا دائرہ کار متعین کیا؟ اجتماعی جدوجہد کی کہاں تک اجازت دی؟ جنسی تعلقات کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے؟ اس سے متعلق مسائل کو اسلام کس طرح حل کرتا ہے؟ یہ ہیں بعض وہ موضوعات جن سے اس علمی اور تحقیقی کتاب میں بحث کی گئی ہے۔

ہندوستان میں آٹھواں ایڈیشن صفحات ۴۳۲ قیمت ۱۲ روپے

مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۶ سے حاصل کریں